"زنجیریں"

(ایک حبشی غلام کا خواب)

چاولوں کے کھیت کی آغوش میں کار بدست — ریت میں اُلجھے ہوئے بالوں کو دفنائے ہوئے
ہو گیا جب نیند میں بیہوش وہ محنت سے چور — سینۂ عریاں کو خستہ انٹوں سے ٹھوکائے ہوئے
کہر آسا نیند کی پرچھائیوں میں ایک بار — اُس نے پھر دیکھے وطن کے نقش دھندلائے ہوئے

اس کے خوابوں کی حسیں پہنائیوں کے آر پار — بہہ رہا تھا اس کا پیارا دلیش حبش تیرہ فام
تاڑ اور اونچی کھجوروں کے تلے ـــــ میدان پر — اس کے قدموں کو ملی اک بار پھر شاہی خرام
پھر سُنا اُس نے جرس میں گونجتے جھنکارتے — جا رہے ہیں کارواں وادی کی جانب تیز گام

اس نے پھر دیکھا کہ بچّوں کے اسی جھرمٹ میں ہے — اس کی آہو چشم "رانی" ایستادہ ایک بار
اس کے بچے اس کی گردن میں لٹک کر بے بہ پے — کر رہے ہیں "باپ" کے رخسار کو معصوم پیار
اس کی محوِ خواب پلکوں سے ٹپک کر گر پڑا — ایک آنسو ریگ کی آغوش میں بے اختیار

اور پھر وہ حبش کے دامن میں گھوڑے پر سوار — چل پڑا اک وحشیانہ تیزیٔ رفتار سے
آج اس کی باگ تھی سونے کی زنجیروں کا نام — اور وہ خود ہر قدم پر رزمیہ جھنکار سے
دیکھ سکتا تھا کہ پیہم اس کی فولادی رکاب — قاتلانہ کھیلتی ہے پہلوئے رہوار سے

اس کے آگے اُڑ رہے تھے سرخ افریقی طیور
جیسے لہراتا چلا جائے کوئی خونیں عَلَم
اور اُن اُڑتے ہوئے شعلوں کے پیچھے صبح شام
تھے رواں اُلی کے میدانوں میں گھوڑے کے قدم
اس نے دیکھے آخرش افریقیوں کے جھنڈے
جھلملایا اس کے آگے منظرِ بہنائے یَم

کھُل گئیں اک دم درختوں کی زبانیں بے شمار
گونج اُٹھی صحرا میں آزادی کی بانگِ لرزہ خیز
اور ریگستان کا وحشی بگولہ ساتھ ساتھ
چیختا آیا گرجتا سنسناتا تیز تیز
چونک کر خوابوں ہی خوابوں میں وہ آخر ہنس پڑا
دیکھ کر اس جشن کے سیلاب کو ہنگامہ ریز

اس کو اب پگھلا نہ سکتا تھا "شرارِ نیم روز"
بے اثر تھی تازیانوں کی سزائے دل خراش
"موت" روشن کر چکی تھی اس کے خوابستان کو
خاک پر اوندھا پڑا تھا جسم — آب و گل کی لاش
جسم اک زنجیر فرسودہ کہ جس کو روح نے
پھینک ڈالا تھا زمیں پر کر دیا تھا پاش پاش

(لونگ فیلو) مترجمہ شمس نوید